Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کی ذمہ داریاں، واجبات اور متعلقہ اعتراضات کا جائزہ

LIABILITIES AND OBLIGATIONS OF MINORITIES IN ISLAMIC STATE AND INVESTIGATION OF THEIR REMONSTRATIONS

ڈاکٹر محمد مدثر[*]

** ڈاکٹر عبدالقدیر فاروقی

***ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ

Abstract

The Islam has left no ambiguity that Minorities should be given equal rights by the State which follows Islam. Fundamental rights were available to the Minorities at equal level. Islam gives full right to profess and practice religion or faith according to their own choice. Even, they have given special rights to protect their culture and religion. The Muslim states were bound to protect their place of worship and Minorities were protected from all types of violence and aggression. The Holy Quran and Prophet Mohammad (SAW) guaranteed a society, where all citizens of the state enjoy equal rights irrespective of their religion. The issue of rights and duties of minorities in Islam is one of the crucial importance and value for all Muslims. There is a confusion about the duties and responsibilities of minorities in Islamic state, as some Non-Muslim historians and researchers have blamed that Minorities had no equal rights in Islamic states. They were discriminated and had to pay more than they receive in the form of Jizyah, Khiraj and Ushur. This paper investigates the objections of Non-Muslims about their duties and responsibilities in Islamic states. This study will also reveal about their status of citizenship. It also gives an explanation to balance investigation by exploring the felonious and allegations about implementing laws and regulations towards religious minorities.

***Key Words**: Minority Rights, Equality, Religious, Freedom, Quran, Hadith.*

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ حقوق کے مقابلے میں اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں کیونکہ ہر حق کے مقابل بلاشبہ ایک فرض بھی ہوتا ہے۔

اقلیتوں پر اسلامی ریاست میں مندرجہ ذیل فرائض عائد ہوتے ہیں:

1۔ مالی فرائض، جزیہ، خراج اور تجارتی ٹیکس وغیرہ۔

2۔ دیوانی معاملات میں وہ اسلامی قانون کے احکام کی پیروی کریں گے۔

3۔ مسلمانوں کے دینی شعائر اور احساسات و جذبات کا خیال رکھیں گے۔

جزیہ: تعریف: یہ جزا سے مشتق ہے۔ الماوردی نے اس کی تعریف اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں ان الفاظ میں کی ہے:

الجزیة مشتقة من الجزاء، اما جزاء علی کفرهم لاخذها منهم صغارا، و اما جزاء علی اماننا لهم لاخذها منهم رفقا[1]۔

ابن قیم نے اپنی کتاب "احکام اہل الذمۃ" میں ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

فالجزیة هی الخراج المضروب علی رؤوس الکفار صغارا[2]۔

جزیہ جزا سے مشتق ہے۔ یہ ایک ٹیکس ہے جو بالغ اور استطاعت رکھنے والے مردوں پر ان کی وسعت کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ چونکہ اسلامی ریاست اقلیتوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ فراہم کرتی ہے اور ان پر کسی قسم کی دفاعی ذمہ داری عائد نہیں کرتی لہٰذا اس کے عوض غیر مسلم رعایا اسلامی ریاست کو مالی طور پر (Contribute) کرتی ہے جسے اسلامی قانون میں جزیہ کہا جاتا ہے۔

ماوردی اہل الذمہ کے مالی فرائض کے متعلق رقمطراز ہیں کہ شروع میں جزیہ و خراج ایک ہی مفہوم میں لیے جاتے تھے، بعد میں زمین کی پیداوار پر عائد ٹیکس کا نام خراج رکھ دیا گیا اور باقی کے لیے لفظ جزیہ مختص ہو گیا:

وکانت الجزیة یطلق علی المال الذی یوضع علی من دخل فی ذمة المسلمین وعهدهم من اهل الکتاب کی یؤدی الی الحکومة الاسلامیة، سواء اکانت ضریبة علی الاشخاص ام ضریبة علی الارض الزراعیة التی یملکونها، ثم اختصت بما یؤخذ عن الرؤوس دون الارض التی اطلق علی ضریبتها الخراج[3]۔

ترجمہ: اہل کتاب میں سے جو بھی مسلمانوں کے ذمہ اور عہد میں داخل ہوتا تھا اس سے جزیہ لیا جاتا تھا اسلامی حکومت کی طرف سے اس میں کوئی فرق نہیں تھا چاہے وہ افراد کے ذمہ ٹیکس ہوتا یا زرعی زمین پر جس کے وہ مالک تھے بعد میں زمین کی پیداوار پر عائد ٹیکس کا نام خراج رکھ دیا گیا۔

جزیہ کی مشروعیت، قرآن و سنت سے:

---

* لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج ڈنگہ، ڈسٹرک گجرات

وزٹنگ فیکلٹی لاء ڈیپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی گوجرانوالہ کیمپس

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی لاہور کالج ویمن یونیورسٹی

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾[4]

ترجمہ: جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں چھوٹے بن کر رہیں۔

سنت نبوی سے:

مسلم شریف میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو امیر لشکر کو مندرجہ ذیل وصیت فرماتے تھے جس میں تین باتوں کا خاص ذکر ہوتا:

«قَالَ۔۔۔ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ... فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ»[5]۔

1۔ اسلام کی طرف دعوت اور قبولیت کی صورت میں ہجرت کریں۔

2۔ عدم ہجرت کی صورت میں وہ تمام مسلمانوں کی طرح پابند احکام ہوں گے،

3۔ اگر وہ انکار اسلام کریں تو جزیہ ادا کریں گے۔ نہ دینے کی صورت میں ان سے جہاد کیا جائے گا۔

اجماع: ابن قدامہ مقدسی نے اپنی کتاب "المغنی" میں طویل بحث کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

و قد اجمع المسلمون على اخذ الجزية من اهل الكتاب والمجوس ولم يخالف فيه احد[6]۔

ترجمہ: اور اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لینے میں مسلمانوں کا اجماع ہے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

جزیہ کن سے لیا جائے گا؟

اہل کتاب کے بارے میں تو سبھی کا اتفاق ہے کہ ان سے جزیہ لیا جائے گا مگر اہل کتاب کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کی پوجا کرنے والوں سے جزیہ لیا جائے گا یا نہیں، اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

1۔ شافعی، حنبلی اور ظاہری کہتے ہیں:

ان الجزية لا تقبل من اهل الكتاب۔۔۔ اليهود والنصارىٰ والمجوس۔۔۔ سواء كانوا عربا او عجما، ولا تقبل من غير هم كالوثنين وعبدة الشمس[7]۔

ترجمہ: اہل کتاب، یہود، نصاریٰ اور مجوس کے علاوہ کسی سے بھی جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی، بت پرستوں اور سورج کی عبادت کرنے والوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

2۔ احناف، حنابلہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک:

ان الجزية تقبل من جميع الكفار الا عبدة الاوثان من العرب، لكونهم من رهط الرسول، فلا يقرون على غير دينه اما يسلمون او يقتلون[8]۔

ترجمہ: یعنی سب کفار سے جزیہ لیا جائے گا سوائے عرب کے بت پرستوں کے۔

3۔ امام اوزاعیؒ، ثوریؒ، اور جمہور مالکیہ کے نزدیک:

ذهب۔۔۔ الى قبول الجزية من كل كافر سواء كان كتابيا او وثنيا، عربيا او اعجميا، واستدلوا بحديث بريدة " اذا لقيت عدوک من المشركين فادعهم الى ثلاث خصال" فلفظ العدو عام لكل كافر، و نقل عن الامام الشوكانى ان هذا الحديث حجة فى ان اخذ الجزية ليس خاصا باهل الكتاب[9]۔

ترجمہ: جزیہ ہر کافر سے قبول کیا جائے گا چاہے وہ کتابی ہو یا وثنی ہو، عربی ہو یا عجمی اور انہوں نے بریدہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "جب تو اپنے دشمنوں مشرکوں کو ملے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دے" اور لفظ "عدو" ہر کافر پر بولا جاتا ہے اور امام شوکانی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث سب (کفار) سے جزیہ قبول کرنے کے متعلق حجت ہے۔ یہ صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

جزیہ کے فرض ہونے کی شرائط:

جزیہ کی فرضیت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا لازم ہے:

1۔ عاقل و بالغ 2۔ مذکر 3۔ استطاعت ادائیگی جزیہ 4۔ آزاد ہو۔

1۔ عقل اور بلوغت:

اللہ تعالیٰ نے چونکہ جزیہ اہل قتال پر فرض کیا ہے اس لیے بچے اور مجنون پر جزیہ فرض نہیں کیونکہ یہ اس شرط میں داخل نہیں۔

اور حضور ﷺ کا فرمان حضرت معاذ بن جبلؓ کو کہ " خذ من كل حالم دينارا "[10]۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ جزیہ عاقل، بالغ اور جنگ کے قابل ذمی پر عائد ہوتا ہے۔

2۔ مذکر ہونا:

عورتوں پر جزیہ فرض نہیں کیونکہ وہ اہل قتال میں سے نہیں ہیں اور اوپر بیان کردہ فرمان رسول ﷺ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ:

انه امر امراء الجیوش ان اضربوا الجزیة ولا تضربوها علی النساء والصبیان[11]۔

ترجمہ: بے شک آپ نے لشکر کے امراء کو حکم دیا کہ وہ جزیہ نافذ کریں مگر بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر۔

3۔ جزیہ ادا کرنے کی استطاعت:

وہ لوگ جو جزیہ ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں ان پر جزیہ عائد نہیں ہوتا، جس طرح بوڑھا، تنگ دست اور اندھا ہیں کیونکہ یہ اہل قتال میں سے نہیں ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے:

ولان عمر رای ذمیا یسال الناس فوضع عنه الجزیة و فرض له من بیت المال[12]۔

ترجمہ: بے شک حضرت عمرؓ نے ایک ذمی کو لوگوں سے بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو اس سے جزیہ معاف کر دیا اور بیت المال سے اس کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔

4۔ آزاد ہونا:

غلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا:

لانه مملوک، و لا یملک ما یعطی[13]۔

ترجمہ: کیونکہ وہ غلام ہے وہ کسی چیز کو ملکیت میں نہیں رکھتا کہ وہ "جزیہ" دے۔

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ:

قال: لا جزیة علی العبد [14]۔

ترجمہ: غلام پر کوئی جزیہ نہیں۔

جزیہ کی مقدار: تمام فقہاء نے جزیہ کی مشروعیت پر اتفاق کیا ہے لیکن انہوں نے جزیہ کی مقدار پر اختلاف کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ جزیہ کی مقدار معین ہے اس میں کمی و بیشی نہیں ہے اور ہر ایک نے اس کی معین مقدار کا ذکر کیا ہے لیکن ہر ایک کے نزدیک معین مقدار مختلف ہے۔

1۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک:

« انها ثمانیة واربعین درهما علی الاغنیاء، واربعة و عشرون درهما علی المتوسطین، و اثنا عشر علی الفقراء»

ترجمہ: کہتے ہیں غنی پر 48 درہم، متوسط پر 24 درہم اور غریب پر 12 درہم۔

2۔قیل اربعه دنانیر علی اهل الذهب، واربعون درهما علی اهل الورق اذا کانوا اغنیاء، و علی الفقراء دینار واحد او عشرة دراهم[15]۔

ترجمہ: دوسرا قول سونے والوں پر چار دینار، چاندی والوں پر 24 درہم جب وہ غنی ہوں تو اور فقراء پر ایک دینار یا دس درہم۔

راجح قول یہی ہے کہ جزیہ کی مقدار شریعت کے اندر معین نہیں بلکہ ولی الامر کو اس کا اختیار ہے وہ اہل الذمہ کی مالی حیثیت کے مطابق ان پر اس کی مقدار مقرر کرے گا۔

چار اسباب کی بنیاد پر جزیہ ساقط ہو جاتا ہے:

1۔ ذمی کا اسلام قبول کر لینا۔

2۔ ذمی کی موت پر اس کے وارثوں سے اس کے ذمہ واجب الادا جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔

3۔ اگر اسلامی ریاست اہل ذمہ کا دفاع کرنے سے قاصر ہو تو جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

4۔ اگر اہل الذمہ دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائیں تو ان سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔

جزیہ پر اعتراضات

جزیہ ایک مذہبی ٹیکس:

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مستشرقین نے اعتراض کیا ہے کہ جزیہ ایک مذہبی ٹیکس تھا۔ یہ ٹیکس تذلیل و تحقیر پر مبنی تھا اور غیر مسلموں پر اسلام قبول نہ کرنے کی سزا کے طور پر نافذ تھا۔ انھوں نے قرآن کریم کی جزیہ کے متعلق آیت کو بنیاد بنا کر من گھڑت اعتراض کیا ہے کہ:

﴿ ﮒ ﮓ ﮔ ﮕ ﮖ ﮗ ﮘ ﴾[16]

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں ۔

چھوٹے بن کر رہنے کو انھوں نے غلط استعمال کیا بلکہ اسلام کے نزدیک ذمی دوسرے درجے کے شہری ہوتے ہیں اور یہ جزیہ ان کو رسوا کرنے کے لیے عائد تھا۔ جبکہ یہاں چھوٹے بن کر رہنے سے مراد ہے وہ اسلامی ریاست کے ماتحت امن و سکون سے رہیں اور اسلامی ریاست کے سربراہ کی سیادت کو تسلیم کریں۔ ان کا یہ اعتراض اس لیے بھی بے بنیاد ہے کہ جرجی زیدان کی کتاب "تاریخ تمدن اسلام" کا مطالعہ کرنے سے علم ہوتا ہے کہ جزیہ مسلمانوں کی ایجاد نہیں تھا۔ بلکہ سب سے پہلے فی کس ٹیکس یونان میں شروع ہوا جب انھوں نے فنیقیہ والوں کے خلاف ایشیائے کوچک کے باشندوں کی حمایت میں جنگ لڑی اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ اس کے بعد یہ ٹیکس فرانس میں رومانوی حکومت وصول کرتی رہی۔ اس کے بعد یونانیوں سے یہ ٹیکس ایران میں آیا اور اسکو "گزیت" کہا جاتا تھا ۔ گزیت سے یہ لفظ جزیہ میں بدل گیا۔ اس کے علاوہ جزیہ کی مقدار مقرر نہ تھی امام حالات کے مطابق جزیہ کی مقدار طے کر سکتا تھا۔ لیکن اس میں یہ اصول پیش نظر رہتا کہ مقدار اتنی زیادہ نہ ہو کہ غیر مسلم رعایا کے لیے یہ ایک بوجھ بن جائے لہٰذا مختلف مالی حیثیت رکھنے والوں پر جزیہ کی مقدار بھی مختلف تھی۔ حضرت عمر نے مالداروں پر سال میں اڑتالیس درہم، متوسط طبقہ پر چوبیس درہم اور محنت کش طبقہ پر بارہ درہم سالانہ مقرر کیا تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں پر بوقت ضرورت فوجی خدمت لازم تھی، عام صدقات اور مختلف ہنگامی چندوں اور صدقات کے علاوہ ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا فرض تھی گویا جانی قربانی کے باوجود مسلمانوں پر مالی قربانی کا بوجھ عام ذمی سے زیادہ تھا۔ جن لوگوں نے اعتراض کیا کہ جزیہ اسلام قبول نہ کرنے کی سزا کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔ یہ اعتراض کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ ایک ذمی سے جو جزیہ لیا جاتا وہ مال کی مقدار پر نہیں بلکہ فی کس جزیہ تھا یعنی زیادہ سے زیادہ اڑتالیس درہم سال میں جمع کرواکے وہ کروڑوں کی جائیداد بھی جمع کر سکتا تھا اور مزید اس کے علاوہ اس پر کوئی ٹیکس یا فوجی خدمت لازم نہ تھی۔ جبکہ مسلمان فوجی خدمت کے علاوہ اپنی فصلوں اور پھلوں سے عشر دیتے اور جانوروں اور مال پر زکوٰۃ ادا کرنے کے پابند تھے یعنی جتنی آمدنی میں اضافہ ہوتا مقدار زکوٰۃ اور عشر میں بھی اسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے۔

خراج:

اہل لغت نے خراج کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وھو ما یخرج من غلۃ الارض او المال المضروب علی الارض[17]

ترجمہ: خراج وہ ہے جو زمین سے پیدا ہونے والے غلہ یا زمین کی پیداوار سے نکالا جائے۔

اور فقہاء کے نزدیک

الخراج ھو ما وضع علی الارض من حقوق تؤدی عنہ[18]

ترجمہ: خراج وہ ہے جو زمین پر لگایا جائے (یہ) ان حقوق میں سے ہے جو اس (زمین) سے ادا کیے جاتے ہیں۔

زمین کی اقسام:

وہ زمین جس کی پیداوار پر مخصوص حصہ خراج کی صورت میں وصول کیا جاتا ہے۔ ماوردی نے زمین کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ ایسی زمین جس کو مسلمان آباد کریں، وہ عشری زمین کہلاتی ہے ایسی زمین کی پیداوار پر خراج لینا جائز نہیں ہے۔

2۔ وہ زمین جس پر زراعت کرنے والے اسلام قبول کرلیں، اور وہ عشری زمین ہو، تو اس پر خراج لاگو نہیں کیا جائے گا، اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ بانہ بتخییر الامام، بین ان یجعلھا خراجیۃ او عشریۃ، فان جعلھا خراجیۃ لا یجوز ان ینقلھا الیٰ عشریۃ[19]

ترجمہ: یہ امام کے اختیار پر ہے کہ اسے خراجی بنائے یا عشری، اگر وہ اس کو خراجی بنالے تو جائز نہیں اس کو عشری بنانا۔

3۔ ایسی زمین جس کو مسلمانوں نے عنوۃً فتح کیا ہو، یہ امام شافعیؒ کے نزدیک مال غنیمت ہے، فاتحین کے مابین تقسیم کی جائے گی اور اس کے غلہ سے عشر وصول کیا جائے گا اور اس پر خراج عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ مسلمانوں کے لیے وقف ہے اور اس زمین پر خراج ہوگا اور احناف کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے چاہے اس کو خراجی بنائے یا عشری۔

4۔ وہ زمین جس پر مشرکین سے معاہدہ صلح ہوا ہو اس پر بالاتفاق خراج ہوگا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

أ) وہ زمین جو مشرکین سے لے لی جائے تو وہ مسلمانوں پر وقف ہو جائے گی اور اس پر خراج ہوگا اور اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔

ب) جس پر اس کے مالکین کا قبضہ رہے اور خراج کی ادائیگی پر صلح ہو جائے۔[20]

خراج کی اقسام

خراج کی دو اقسام ہیں:

1۔ خراج المقاسمہ　　　2۔ خراج الوظیفہ

1۔ خراج المقاسمہ

خراج مقاسمہ سے مراد زمین کی پیداوار کا ایک حصہ یعنی نصف، ربع یا اس طرح، جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو اہل خیبر کے ساتھ زمین کی پیداوار کے نصف پر صلح کی۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

«عامل الرسول ﷺ اهل الخيبر على شطر ما يخرج منها من ثمر او زرع» [21]

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کی نصف پیداوار پھلوں اور زراعت کی پیداوار پر صلح کی۔

2۔ خراج الوظیفہ:

زمین پر مال یا غلہ کی ایک خاص حد مقرر کر دی جائے جس طرح حضرت عمرؓ نے شام اور عراق کی زمین کے ساتھ کیا۔ انہوں نے زمین کے ایک خاص خطے پر پیسوں کی مقدار مقرر کی تھی۔ کرنسی میں درہم یا دینار ادا کرنے ہوں گے سال کے بعد۔

خراجی زمین جس کے پاس بھی ہوگی چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ اس سے خراج لیا جائے گا اگرچہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر خراجی زمین پر قابض شخص مسلمان ہو جائے تو اس کا خراج ساقط ہو گا یا نہیں۔

امام سرخسیؒ کے نزدیک خراج اسلام قبول کرنے سے ساقط نہیں ہو گا جبکہ صحابہ کرام جن کے پاس عراق والی خراجی زمین تھی وہ خراج دیا کرتے تھے۔

اذا اسلم صاحب الارض لا يسقط عنه الخراج لانه يتعلق بالارض ولانه للصحابةارض العراق يدفعون خراجها [22]

ترجمہ: جب خراجی زمین رکھنے والا مسلمان ہو جائے تو اس سے خراج ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اس کا تعلق (مذہب سے نہیں) زمین سے ہے اور بے شک وہ صحابہ جن کے پاس سوادالعراق کی خراجی زمین تھی وہ خراج ادا کرتے تھے۔

قبول اسلام سے خراج ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اس کا تعلق زمین سے ہے مالک زمین کی ذات سے نہیں اور یہ ہی عمل حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا ہے۔

اعتراض:

مستشرقین نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ ذمی اور مسلم دونوں اہل دارالاسلام ہونے کی وجہ سے اگر برابر درجے کے شہری ہیں تو ذمیوں پر دوگنا محصول تجارت کیوں عائد کیا گیا۔ دوگنا محصول اس وجہ سے تھا کیونکہ ایک ذمی تاجر کو مسلم تاجر سے زیادہ مال تجارت کی حفاظت کی ضرورت ہوا کرتی ہے کیونکہ چوروں کو ذمیوں کے مال سے زیادہ طمع ہوتا ہے۔

ذمی سے دوگنا محصول صرف اس مال تجارت سے لیا جاتا تھا جس مال کو وہ ایک علاقے سے دوسرے کی طرف منتقل کرتا جب کہ مسلمان چاہے مال تجارت کو دوسرے علاقے میں منتقل نہ بھی کریں تب بھی ان کے مویشیوں، کھیتوں، پھلوں، رقوم اور دیگر اشیاء سے زکوۃ وصول کی جاتی ہے اور اس طرح ایک مسلمان پر عائد واجبات ذمی کے واجبات سے بڑھ جاتے ہیں لہذا ان سے دوگنا محصول وصول کیا جاتا تھا۔

تجارتی ٹیکس:

عشور کے بارے میں بھی مستشرقین نے اعتراض کیا ہے کہ مسلمان اور ذمی اگر برابر درجے کے شہری ہیں تو مسلمان اور ذمی پر ایک جیسا تجارتی ٹیکس کیوں نہیں ہے؟۔

ذمی سے دوگنا محصول تجارت کیوں وصول کیا جاتا ہے؟

امام ابویوسفؒ نے اپنی کتاب "کتاب الخراج" میں نقل کیا ہے:

و تكون لاهل المدينة الحرية التامة فى القيام بالاعمال التجارية حسب نظام الدولة الاسلامية كالمسلمين والتنقل لاجل ذلک داخل الدولة وخارجها، ويخضعون لضريبة تجارية مقدارها نصف العشر، ومن المستامن يؤخذ العشر، واما من المسلمين ربع العشر [23]

ترجمہ: یعنی اہل ذمہ تجارت کے معاملے میں اسی طرح آزاد ہیں جس طرح مسلمانوں کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور مال تجارت کو وہ ریاست کے اندر اور باہر بھی لے جاسکتے ہیں۔ اس بنا پر تجارتی محصول کی یہ شرح ہو گی:

ذمی سے 1/20، متامن سے 1/10، اور مسلمانوں سے 1/40، بطور تجارتی محصول ادا کرنا ہوں گے۔

مشروعیت عشور:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے تجارتی محصول کی وصولی کا ذمہ سونپتے ہوئے فرمایا:

امرنى ان اخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمى نصف العشر ومن الحربى العشر [24]

"مجھے حکم دیا کہ میں مسلمان سے ربع عشر 1/40، اور ذمی سے نصف عشر 1/20، اور حربی سے عشر 1/10، وصول کروں"۔

احناف نے اس حدیث مبارکہ سے عشور تجارت کی مشروعیت کا استدلال کیا ہے۔

اجماع:

اور اس بات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع بھی ہے۔

ان عمر فرض على المسلم ربع العشر وعلى الارض نصف العشر فى عروض التجارة التى ينتقل بها من بين اقاليم البلاد ولم يذكر لاحد من الصحابة عنهم مخالفة فى ذلک فكان اجماعا [25]

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے اصحاب الرسول کی موجودگی میں عشور کا نفاذ کیا اور مقدار معین کی اس پر کسی بھی صحابی رسول کا اختلاف سامنے نہیں آیا گویا اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اعتراض:

کہ ذمی پر تجارتی محصول مسلمان کے مقابلے میں کیوں دوگنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذمی پر الگ سے صرف ایک ٹیکس ہے (جزیہ) وہ بھی صرف صاحب حیثیت مردوں پر جو جنگ کے قابل ہوں۔ خراج جس طرح کافر پر ہے اسی طرح خراجی زمین کے مالک مسلمان پر بھی نافذ ہوتا ہے، جبکہ اگر ذمی زراعت کرتا ہے، تو اس پر کسی قسم کا کوئی مالی ٹیکس نہیں ہے جبکہ مسلمان شہری کے مال زراعت میں عشر لازم ہے۔ اس کے علاوہ صاحب استطاعت پر سالانہ 2.5٪ زکوٰۃ بھی لازم ہے۔ ملکی دفاع میں شمولیت اور جہاد کے مصارف کے لیے ریاست ٹیکس وصول کر سکتی ہے نفلی صدقات بھی ہیں۔ جبکہ ذمی ان تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہوتے ہیں وہ نہ ملکی دفاع میں حصہ لیتے ہیں اور نہ ہی زکوٰۃ و صدقات ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ وہ پر سکون طریقے سے ہمہ وقت کاروبار و تجارت کر سکتے ہیں جبکہ مسلمان شہری کو اتنا وقت اور سکون میسر نہیں ہوتا۔ اس بنا پر غیر مسلم شہری کو ضرائب کی مد میں مسلمان شہری سے بہت کم ریاست کو Pay کرنا پڑتا ہے، لہٰذا یہ کوئی ظالمانہ ٹیکس نہیں ہے۔

دفاع وطن اور رازداری:

وطن کا دفاع کرنا اور ملکی راز کی حفاظت کرنا ہر شہری کا فرض بنتا ہے۔ اہل ذمہ جو اسلامی ریاست میں قیام پذیر ہوں ان کے حقوق کے ساتھ ساتھ ان پر کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ وطن کا دفاع کریں اور اس کے راز وطن دشمنوں کو افشا نہ کریں، دشمنوں کے لیے جاسوسی کا کام نہ کریں، ملکی دفاع اور رازداری میں تمام شہری بلا امتیاز ایک جیسے ہیں، ان پر یہ فرض ہے۔

فقہاء کا قول:

اذا ارتکبها المسلم فانه یقتل عند المالکیة ۔ و یسجن عندالاحناف حتی یتوب[26]

ترجمہ: جب مسلمان (جاسوسی) کا ارتکاب کرے تو مالکیہ کے نزدیک قتل کیا جائے گا اور احناف کے نزدیک اسے جیل میں بند کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرے۔

اگر یہی جرم ذمی کرے تو اس کی سزا کیا ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور جمہور حنابلہ کی نزدیک:

یعتبر ناقضا لعهده فیکون کالحربی[27]

ترجمہ: اس (جرم) سے اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی بن جائے گا۔

احناف، شوافع اور بعض حنابلہ کے نزدیک:

لا ینتقض عقدالذمة بالتجسس، لان ایمان المسلم لا یزول بالتجسس فکذلک لا ینتقض به عهدالذمی[28]

ترجمہ: عقد الذمہ جاسوسی سے نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ مسلمان کا ایمان جب جاسوسی کرنے سے زائل نہیں ہوتا تو ذمی کا عہد بھی نہیں ٹوٹتا۔

زیادہ درست بات یہ ہے کہ اس جرم کی سزا اولی الامر کے اختیار پر چھوڑ دی جائے۔

فتح مکہ سے پہلے کا ایک واقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرو لیکن یہ خبر کسی کو معلوم نہیں ہونی چاہیے تا کہ مشرکین مکہ کو تیاری کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ لیکن ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اپنے مکی رشتہ داروں کو خبر پہنچانے کے لیے کہ حضور ﷺ مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں ایک خاتون کو ایک خفیہ خط دے کر بھیجا جس کا مقصد مشرکین کو مسلمانوں کے راز سے باخبر کرنا ہرگز نہ تھا بلکہ وہ صرف اپنے رشتہ داروں کو چوکنا کرنا چاہتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ کو بھیجا کہ فلاں مقام پر تمہیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خفیہ خط ہو گا وہ لے کر آؤ۔ جب عورت کو پکڑا گیا اور خط لایا گیا تو اس نے بتایا کہ مجھے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے یہ دیا تھا۔ تو حضور ﷺ نے پوچھا:

ما هذا یا حاطب؟ تو انہوں نے اپنا سارا معاملہ بیان کیا۔

اس موقع پر عمر فاروقؓ کہنے لگے: یا رسول الله دعنی اضرب عنق هذا المنافق۔

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ مجھے اس منافق کا سر قلم کرنے کی اجازت دیں۔

تو جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا:

"شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ"[29]

ترجمہ: اور بدر میں حاضر ہوئے اور تو نہیں جانتا کہ اللہ نے بدر والوں کے لئے یہ فضلیت رکھی ہے: فرمایا جو عمل کرو اللہ نے تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو قتل صرف اس لیے نہیں کیا کہ وہ بدری صحابی تھے جن کے لیے خاص احکامات ہیں کہ اللہ نے ان کے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

تمام حقائق سے علم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کی سزا جاسوسی کرنے پر قتل ہے تو ذمی کی بالاولیٰ قتل ہی ہے، وہ اس جرم کے ساتھ اپنا عقد ذمہ خود توڑ دیتا ہے۔

راہزنی کا ارتکاب اور سزا

شخصی امور کے علاوہ جان، مال اور عزت کے، یعنی دیوانی معاملات اور فوجداری میں اہل الذمہ بھی مسلمانوں کی ہی طرح شریعت اسلامی کے پابند ہیں۔ اس بارے میں فقہاء کہتے ہیں اہل الذمہ کو اجمالاً وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو ہوتے ہیں اور ان پر وہی فرائض عائد ہوتے ہیں جو مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں لہٰذا اگر کوئی ذمی چوری کرے تو اس پر اسی طرح حد جاری کی جاتی ہے جس طرح مسلمان پر حد لگتی ہے۔ جس نے قتل کیا، راہزنی کا ارتکاب کیا یا مال چھینا یا کسی عورت سے زنا کیا یا کسی نیک اور پاکدامن عورت پر تہمت لگائی یا کوئی اور اس طرح کا جرم کیا تو اس کے لیے وہی سزا ہو گی جو مسلمانوں کے لیے ہے کیونکہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں اور وہ ان تمام چیزوں میں اسلامی قانون کے پابند ہیں جس میں ان کے دین کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔

لہٰذا اگر کوئی ذمی راہزنی کی واردات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لیے شریعت کی مقرر کردہ سزا ہے

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَه وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ۔ ۔ ۔ ۔ ﴾[30]

ترجمہ: بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔

کیونکہ اس آیت کریمہ میں مسلم یا غیر مسلم کی تفریق نہیں کی گئی لہٰذا جو بھی اسلامی ریاست کا شہری ہونے کے ناطے یہ جرم کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ کاسانی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ:

ولان الذمی قد التزم احکام الاسلام و انه من اهل دارنا فتقام علیه الحدود کلها الا حد الخمر وبه قال الجمهور[31]

ترجمہ: کیونکہ ذمی اسلامی احکام کا پابند ہوتا ہے اور وہ دارالسلام کا باشندہ ہے۔ جمہور کے نزدیک اس پر تمام حدود لاگو ہوں گی شراب کے سوا۔

ان جرائم کی سزا میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں۔ فقہاء کا کہنا ہے:

واذا قامت جماعة من المسلمین او من الذمیین یقطع الطریق علی المقیمین فی دارالاسلام سواء کانوا مسلمین او ذمیین فقتلوا واخذوا المال فان الامام یقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ان شاء صلبهم[32]

ترجمہ: یعنی اگر کوئی گروہ چاہے وہ مسلمان ہوں یا ذمی اگر دارالاسلام میں رہتے ہوئے راہزنی کا ارتکاب کریں، لوگوں کو قتل کریں یا ان سے مال چھینیں تو حاکم ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوائے گا اور اگر چاہے تو ان کو موت کی سزا دے گا۔

یہ بات حقائق کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور حاکم اسے سزا دے گا۔

قتل کا ارتکاب:

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۔ ﴾[33]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے مقتول کے بارے میں۔۔۔

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ [34]

ترجمہ: پس جو تم پر زیادتی کرے تو (بدلے) میں تم بھی اتنی زیادتی کرو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔ ہاں جتنا وہ ظلم کریں بدلے میں ان کو اسی قدر سزا دینا بھی عدل کا تقاضا ہے۔ جب ذمی کسی مسلمان، ذمی یا مستامن کو قتل کر دے تو اس کی سزا کیا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے اقوال کے درمیان تھوڑا اختلاف ہے۔

1۔ جب ذمی کسی دوسرے غیر مسلم کو قتل کرے تو:

فانه یقتل به عند جمهور الفقهاء من المذاهب الفقهیة کلها لان غیر المسلم المقیم فی دارالسلام یصیر معصوم الدم[35]

ترجمہ: جمہور فقہاء کے تمام فقہی مذاہب کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ دارالاسلام میں رہنے والا غیر مسلم کا خون (کرنا) حرام ہوتا ہے۔

2۔ اگر قاتل ذمی ہو اور مقتول مسلمان ہو تو:

ابن حزم کہتے ہیں:

غیر المسلم یقتل بالمسلم لنقضه العهد لانه خالف مقتضی عقدالذمة[36]

ترجمہ: مسلمان کے قتل کے بدلے میں غیر مسلم کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنا عہد توڑ دیا ہے اور عقد ذمہ کے تقاضا کی مخالفت کی ہے۔

ذمی کا بغاوت کرنا:

اسلامی ریاست میں بسنے والی کوئی غیر مسلم قوم جب بغاوت کرے تو جمہور فقہاء احناف، شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں:

انتقاض عقدالذمه، و یصیرون کالحربیین لان الخروج عن طاعة ونصب الحرب له یتناقض مع مقتضی عقد الذمة[37]

ترجمہ: عقد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، اور ان کی حیثیت حربیوں کی سی ہو جائے گی کیونکہ امام کی اطاعت سے خروج کرنا اور اس کے خلاف جنگ کے لیے کھڑا ہونا توڑ دیتا ہے اس عہد کو جس کا عقد ذمہ تقاضا کرتا ہے۔

اور جب اہل ذمہ بغاوت میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں تو ان کی سزا کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

احناف کہتے ہیں:

یعاقب اهل الذمة البغاة المشارکین بالعقوبة المقررة لهذه الجریمة ولا ینتقض بها عقد الذمة لانهم صاروا تابعین للمسلمین[38]

ترجمہ: احناف کے نزدیک عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس جرم کے لیے معین سزا دی جائے گی کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے ماتحت بغاوت میں شرکت کی ہے۔

جبکہ حنابلہ اور شوافع کے نزدیک:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ينتقض عقدالذمة بالاشتراک فی البغاة[39]

ترجمہ: حنابلہ اور شوافع کہتے ہیں چاہے وہ مسلمانوں کے ساتھ بغاوت میں شریک ہوں ان کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

یہ بات زیادہ حقیقت کے قریب ہے کہ بغاوت میں شرکت پر عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان کا معاملہ مسلمانوں جیسا ہی ہے جب اس جرم سے ان کا ایمان زائل نہیں ہوتا تو ان کا عہد بھی نہیں ٹوٹتا بلکہ ان کو اس جرم کی معین کردہ سزا دی جائے گی۔

زنا کا ارتکاب کرنا:

زنا ان جرائم میں شامل ہے جن کی سزائیں اسلامی قانون میں متعین ومقرر ہیں۔زنا کی حد کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1۔عقل 2۔بلوغ 3۔اختیار 4۔حرمت کا علم

دارالاسلام میں ذمی کے زنا کے بارے میں:۔

جمہور:

ذهب جمهور الفقهاء الى اقامة حدالزنا على الذمى الزانى[40]۔

جمہور کے نزدیک حد قائم کی جائے گی کیونکہ حضور ﷺ نے یہودی جوڑے پر زنا کی حد قائم کی۔

امر برجم یهودی ویهودیة زنیا فرجما [41]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ نے ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کے زنا کرنے پر رجم کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا۔

جبکہ مالکیہ کہتے ہیں:

لا یقام حد الزنا على اهل الذمة، و انما یدفعون الى اهل دیانتهم لیقیموا علیهم ما یعتقدونه من العقوبة[42]۔

ترجمہ: حد زنا نہیں لگے گی بلکہ ان کو ان کے ہم مذہب لوگوں کی طرف لوٹایا جائے گا وہ خود اپنے عقیدے کے مطابق سزا دیں گے۔

قذف کا ارتکاب:

قذف سے مراد ہے کسی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانا اور قذف کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1۔عقل 2۔بلوغت 3۔اسلام 4۔آزادی 5۔پاکبازی

جمہور فقہائے، مالکیہ، حنابلہ، احناف اور شوافع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ:

ویقام الحد على الذمى اذا قذف مسلما او مسلمة بالزنا[43]

ترجمہ: اس پر حد قائم کی جائے گی جب وہ کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے۔

چوری کا ارتکاب:

چوری بھی ان جرائم میں سے ہے جن کی سزائیں اسلامی قانون میں متعین ومقرر ہیں اگر چوری شدہ مال کی مقدار یا مالیت کا نصاب حد کو پہنچ جائے تو حد نافذ ہو گی۔ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا چاہے وہ مسلم ہو یا کافر۔

یقام على الذمى السارق اذا توفرت فیه شروط الجریمة حد السرقة سواء کان المسروق منه مسلما او ذمیا لانه ملتزم باحکام الاسلام[44]

ترجمہ: ذمی پر حد قائم کی جائے گی جب چوری شدہ مال حد سرقہ کو پہنچ جائے، مال مسلمان کا چوری کیا گیا ہو یا ذمی کا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک شراب اور خنزیر کی چوری پر حد قائم نہیں ہو گی باقی مال کی چوری اگر حد سرقہ کو پہنچ جائے تو حد قائم کر دی جائے گی۔

نتائج البحث:

1. شخصی امور کے علاوہ جان، مال اور عزت کے، یعنی دیوانی معاملات اور فوجداری میں اہل الذمہ بھی مسلمانوں کی ہی طرح شریعت اسلامی کے پابند ہیں۔
2. اسلام میں حقوق اور فرائض بین بین چلتے ہیں جہاں اقلیتوں کو اسلامی ریاست کے اندر حقوق عطا کیے گئے ہیں اس کے ساتھ ان پر کچھ فرائض بھی عائد کیے گئے ہیں جن میں مالی و دیوانی فرائض بھی شامل ہیں۔
3. اسلام نے واجبات کی وصولی میں کمال عدل کا مظاہرہ کیا ہے۔ بوقت ضرورت مجبوری کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل ذمہ کے مالی واجبات کو حاکم نہ صرف معاف کر سکتا ہے بلکہ انتہائی تنگدستی کی حالت میں حاکم پر فرض ہے کہ وہ غیر مسلم رعایا کی بیت المال سے کفالت کی ذمہ داری لے۔
4. کسی مجبوری کی بنا پر مالی واجبات ادا نہ کر پانے کی صورت میں بھی اسلامی ریاست اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ اہل ذمہ کے حقوق میں کسی طرح کی کمی نہ آئے۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

5. معاہدہ ذمہ کے تحت جنگ کے قابل مردوں پر فرض ہوتا ہے کہ وہ سالانہ مخصوص و معین جزیہ اسلامی ریاست کو ادا کریں اس کے باوجود اگر حالات کے پیش نظر ذمی وقت معین پر جزیہ ادا نہ کر سکے تو وصولی جزیہ میں اس کی جائیداد، املاک اور گھریلو اشیاء کو فروخت نہیں کیا جائے گا۔

6. ناگہانی آفت، بڑھاپے، تنگدستی یا معذوری کی بناپر ذمی سے نہ صرف جزیہ کی ادائیگی ساقط ہوتی ہے بلکہ اسلامی ریاست اس کی معاشی کفالت کی پابند ہو جاتی ہے۔

7. عورتوں اور بچوں سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا کیونکہ جزیہ صرف ان مردوں پر ہے جو قتال کے قابل ہوں۔

8. جزیہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو ذمیوں سے دفاعی خدمت کے بدلے میں وصول کیا جاتا ہے۔ اگر اہل ذمہ اسلامی ریاست کے دفاع میں معاونت کریں تو جزیہ ان سے ساقط ہو جاتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1) الاحکام السلطانیۃ، الماوری، ص:181
2) احکام اھل الذمۃ، شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ، ص:31
3) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:181
4) سورۃ التوبۃ:9/ 29
5) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، رقم:3، 1731/ 1357
6) المغنی، ابن قدامۃ المقدسی، تحقیق: عبد اللہ الترکی، عبد الفتاح الحلو، دار عالم الکتب، 1997ء، 8/ 205
7) کتاب الام، شافعی، 4/ 97-104
8) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر مسعود، کراچی، پاکستان، 8/ 110
9) نیل الاوطار، الشوکانی، باب اخذ الجزیۃ وعقد الذمۃ، 7/ 231
10) کتاب الاموال، ص:32
11) ایضاً، ص:41
12) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:183
13) بدائع الصنائع، الکاسانی، ص:7/ 112
14) بدائع الصنائع، الکاسانی، ص: 113
15) مصنف، عبدالرزاق، 4/ 87
16) سورۃ التوبۃ:9/29
17) مختار الصحاح، ص:1/ 72
18) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:186
19) کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، ص:72
20) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:186
21) کتاب الاموال، ص:82-83
22) المبسوط، السرخسی، 10/ 83
23) کتاب الخراج، امام ابو یوسف، ص:133
24) المبسوط، 2/ 199
25) کتاب الاموال، ابو عبید القاسم، ص:531
[26] تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ ومناھج الاحکام، قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی بن فرحون المالکی، مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، مصر، 1986ء، 2/ 194
27) کتاب الخراج، امام ابو یوسف، ص:189
28) احکام القرآن، ابن العربی، 2/ 249، // کتاب الام، وشافعی، 4/ 109
29) صحیح البخاری، باب الجاسوس، وقولہ تعالیٰ (لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء)، رقم:2845، 3/ 1059
30) المائدہ:5/ 85

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

31) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الکاسانی، دارالکتاب العربی، بیروت، 1982ء، 7/ 91
32) المبسوط، السرخسی، 9/ 195
33) البقرۃ:2/ 178
34) البقرۃ:2/ 194
35) الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص:24-25
36) المحلی بالاثار، ابن حزم، 12/ 293
37) المغنی، ابن قدامہ، 8/ 123
38) شرح فتح القدیر، ابن ہمام، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 5/ 341
39) المغنی، ابن قدامہ، 8/ 123
40) ایضاً: 8/ 164
41) مسند احمد، رقم: 4529، 2/ 7
42) المدونۃ الکبری، امام مالک بن انس اصبحی، 4/ 400-401
43) بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد، محمد بن احمد بن رشد القرطبی، ص:407
44) المغنی، ابن قدامہ، 8/ 268